اسلامی تعلیم کی رو سے انسان کو احکام الٰہی کی اطاعت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

قبل اس کے کہ میں آج کا خطبہ شروع کروں میں یہ بتا دیتا ہوں کہ میں نے جو سلسلۂ مضامین شروع کیا تھا آج اس سے ہٹ کر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ہماری یہ کائنات جو ہر دو جہاں پر مشتمل ہے اور جسے انگریزی میں یونیورس (Universe) کہا جاتا ہے اس کی زندگی اور بقا کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ویسے تو خدا جانے اس کی مخلوقات میں اور کتنی کائنات ہیں لیکن ہم جب کائنات یا ہر دو جہاں کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے جو کائنات مراد ہے اس کی اور ہر دوسری کائنات کی زندگی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے اور اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات جلوہ گر ہیں۔ خدائی صفات کے جلوے غیر محدود ہیں۔ بایں ہمہ ان میں کوئی تضاد نہیں یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا کی بعض صفات اس کی بعض اور صفات کے مخالف کام کر رہی ہوں یا کسی ایک صفت کے بعض جلوے اسی صفت کے بعض دوسرے جلووں سے متضاد ہوں۔ ہر چیز خدا تعالیٰ کی صفات کے جلووں میں بندھ کر ایک بنی ہوئی ہے۔ ساری کائنات کا آپس میں تعلق ہے اور بڑا گہرا تعلق ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کی صفات کے جلووں میں ہمیں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ سورۃ ملک کے شروع میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن کریم نے متعدد جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔

جب ہم اس کائنات پر مجموعی نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ کائنات دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہے۔ ایک حصہ تو وہ ہے جو انسان کے علاوہ کائنات کی ہر چیز پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ خود انسان سے تعلق رکھتا ہے، گویا ایک حصے کا تعلق انسان سے ہے اور دوسرے حصہ کا تعلق انسان کے علاوہ دیگر مخلوق سے ہے۔ انسان کے علاوہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے باندھا ہے کہ اسے جو کہا جائے گا وہ ویسا ہی کرے گی۔ انسان کے علاوہ کسی چیز کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر سکے۔ اُسے جو کہا جاتا ہے یا اس کے لئے جو 'امر' صادر ہوتا ہے اس کے مطابق اس کا فعل ہوتا ہے اور چونکہ وہ حکم ماننے والی اشیاء ہیں اس لئے ان کے متعلق ترقی یا تنزل کا سوال عقلاً بھی پیدا نہیں ہوتا یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جہاں تک خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کا سوال ہے یہ درخت جو ہمیں نظر آتے ہیں یا یہ دریا جن میں پانی بہتا ہے یہ اور اسی قسم کی دوسری چیزیں خدا کے ساتھ تعلق رکھنے میں ترقی بھی کر سکتی ہیں یا تنزل بھی کر سکتی ہیں۔ یہ عقلاً نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان کا تعلق اپنے پیدا کرنے والے رب سے یہی ہے کہ ان کو جو حکم ملے گا وہ اسے بجا لائیں گے۔

کائنات کا دوسرا حصہ انسان سے تعلق رکھتا ہے۔ انسان کو اپنی زندگی اور وجود کے ایک خاص دائرے میں یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرے اور چاہے تو ان کی اطاعت نہ کرے لیکن انسان کے علاوہ کائنات کی دوسری قسم کو یہ اختیار نہیں دیا گیا وہ تو يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحريم: ۷) کی رو سے وہی کچھ کرتے ہیں جس کا خدا ان کو حکم دیتا ہے اور ان کو حکم یہ ہے کہ تم نے انسان کی خدمت کرنی ہے یعنی خدا تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو بلا استثنا اصولی طور پر یہ حکم دے رکھا ہے کہ اس نے انسان کی خدمت کرنی ہے۔ گو خدمت کی شکلیں مختلف بن جاتی ہیں لیکن کائنات کی ہر شے اصولی طور پر ان کی کسی نہ کسی خدمت پر مامور ہے۔

جہاں تک انسان کا تعلق ہے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرے اور چاہے تو اطاعت نہ کرے لیکن اس اختیار کے باوجود خدا تعالیٰ نے انسان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس کے حصول کے لئے جو بہترین صلاحیتیں اور استعدادیں ممکن

ہوسکتی تھیں وہ جب انسان کی فطرت کے اندر رکھ دی گئی ہیں۔ جہاں انسان کے علاوہ دوسری اشیاء کو یہ حکم ہے کہ وہ انسان کی خدمت کریں وہاں انسان کو بنیادی طور پر یہ طاقت دی گئی ہے کہ وہ کائنات کی ہر شے سے خدمت لے گویا کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت پر لگادیا گیا ہے۔

غرض خدا تعالیٰ نے انسان کو یہ قوت عطا کی ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز سے خدمت لے سکے لیکن کامل طاقتیں دینے کے بعد ہر انسان کے ساتھ ایک طرف داعی الی الخیر اور دوسری طرف داعی الی الشر لگادیا اور یہ ایک نظام ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر قائم کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو فطرت صحیحہ کاملہ عطا کی اور پھر جس غرض کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اس کو پورا کرنے کی اسے طاقت بخشی لیکن اس کے ساتھ داعی الی الخیر اور داعی الی الشر بھی لگا دیا۔ داعی الی الخیر کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اور داعی الی الشر کہتا ہے اطاعت نہ کرو۔ اب یہ انسان کی عقل و فراست پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو داعی الی الخیر کی آواز سنے اور اپنی فطرت صحیحہ کے مطابق خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے اعمال بجالائے اور اگر چاہے تو داعی الی الشر کی آواز پر کان دھرے اور خدا تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکل جائے۔ پھر ہمیں یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ بعض بیرونی طاقتیں داعی الی الخیر کے ساتھ بھی ملتی ہیں اور داعی الی الشر کے ساتھ بھی رابطہ پیدا کرتی ہیں یعنی انسان کے اندر نیکی اور بدی کی جو آواز ہے اس پر بعض بیرونی طاقتیں اثر ڈالنا چاہتی ہیں۔ اگر داعی الی الخیر کے ساتھ کوئی بیرونی اثرات نہ مل سکتے تو تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ: ۳) نہ کہا جاتا اور اگر داعی الی الشر کے ساتھ باہر کا اثر شامل نہ ہوسکتا اور یہ ممکن نہ ہوتا تو ''شیطان کی ذریّت'' جس کا قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں ذکر کیا ہے اس کا کوئی سوال باقی نہ رہتا۔ غرض ہر انسان کے اندر داعی الی الخیر اور داعی الی الشر کی دو اندرونی طاقتیں ہیں لیکن ان پر باہر سے اثر انداز ہونے والی بھی کچھ طاقتیں ہیں۔

جیسا کہ اسلام نے ہمیں بتایا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اس کائنات میں اپنی صلاحیتوں کی صحیح نشوونما کر کے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔ قرب الٰہی کے حصول کے لئے غیر محدود ترقیات

کے راستوں پر چلے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے نتیجہ میں ہر انسان اپنے دائرۂ استعداد میں خدا تعالیٰ سے وصال حاصل کرے کیونکہ قرب الٰہی کا حصول ہی انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے۔

قرآن کریم نے بیسیوں جگہ مختلف پیرایوں میں ان بنیادی حقیقتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے اور جیسا کہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ درست ہے تو پھر غیر اللہ کی طرف سے انسان پر جبر روا رکھنا عقلاً ناجائز ہے۔ انسان پر جبر کرنا خدا تعالیٰ کو پسند نہیں، اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔ جب خدائے علیم وخبیر نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ اعمال کا بجالانا اس کی مرضی پر منحصر ہے چاہے تو وہ اپنی مرضی سے اپنے داعی الی الخیر کی آواز سنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزارے اور چاہے تو وہ اپنے داعی الی الشر کی آواز پر کان دھرے اور اپنی فطرت کے تقاضوں کے خلاف خدا تعالیٰ سے دوری اور مہجوری کی راہوں کو اختیار کرے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے تو اللہ کے علاوہ دنیا میں اور کون سی طاقت ہے جو انسان سے یہ اختیار چھیننے کا حق رکھتی ہو۔ ظاہر ہے کوئی طاقت حق نہیں رکھتی۔ ہر انسان نے خود اپنے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ قرب الٰہی کی راہوں کو اختیار کرے گا یا شیطان کے ورغلانے میں آکر صراطِ مستقیم سے بھٹک جائے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اس معاملے میں یعنی انسان کے اس اختیار میں دخل دیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جو اختیار عطا کیا ہے اسے کوئی نہیں چھین سکتا۔ انسان کو یہ اختیار اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کائنات میں صرف انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے لئے غیر محدود ترقیات کے دروازے کھولے گئے ہیں اور جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں انسان کے علاوہ ہر شے کے لئے نہ چھوٹی اور نہ بڑی کسی قسم کی اخلاقی اور روحانی ترقی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس نے تو حکم ماننا ہے ترقی کرنے یا نہ کرنے کا سوال تب پیدا ہوتا ہے کہ حکم مانا ہے یا نہیں مانا۔ جس چیز کے متعلق یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ حکم عدولی بھی کر سکتی ہے یا اس نے اپنی مرضی سے حکم ماننا ہے تو اس کے لئے ثواب کے میدانوں میں کوئی ترقیات نہیں۔ خدا تعالیٰ نے

صرف انسان پر یہ فضل کیا ہے کہ وہ اپنی خداداد طاقتوں سے کام لے کر روحانی ترقیات کر سکتا ہے اور ابدی جنتوں کا وارث بن سکتا ہے اور دراصل یہی وہ نکتہ ہے جس پر آج میں زور دینا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا انسان پر یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے انسان پر فضل اور رحم کرتے ہوئے اسے قرب الٰہی کی راہیں دکھائیں اور وصال الٰہی کے دروازے اس پر کھولے اور بے شمار نعمتیں اس پر نازل کیں حالانکہ انسان ہے کیا۔ بس ایک ذرہ ناچیز ہے۔ انسان جب خدا تعالیٰ کے ان احسانوں پر غور کرتا ہے تو وہ حیران ہو جاتا ہے کہ اس کی ہستی ہی کیا ہے اور وہ ہے کیا چیز۔ لیکن خدا تعالیٰ کتنا پیار کرنے والا ہے۔ اس نے انسان کو غیر محدود ترقیات سے نوازا۔ اسلام کے سارے احکام جو اوامر اور نواہی پر مشتمل ہیں، انسان کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ یعنی نواہی ہیں تو تنزل سے بچنے کے لئے اور اوامر ہیں تو ترقیات کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔

ہماری یہ دنیا عمل کی دنیا ہے اور اس جہان کی زندگی کے ساتھ امتحان لگا ہوا ہے اس میں نیکی اور بدی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے لیکن بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شاید اگلے جہان میں عمل کوئی نہیں ہوگا، ترقیات کوئی نہیں ہوں گی قرب کے میدانوں میں، بس یہاں سے جو کچھ حاصل کیا اس کے بدلے میں انسان کو ایک ایسی جنت مل جائے گی جس کے اندر کوئی تغیر اور ترقی نہیں، ایسا نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہر صبح کو خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا (پتہ نہیں وہاں کا دن کیسے ہوگا اور رات کیسی ہمیں تو سمجھانے کے لئے یہ بتایا گیا ہے) کہ ہر صبح جنتیوں کو ایک ترقی یافتہ منزل کی طرف نشاندہی کی جائے گی اور وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔ پس گو وہاں بھی عمل ہے لیکن وہ عمل نہیں جس کے ساتھ ابتلا اور امتحان لگا ہوا ہوتا ہے۔ وہاں جو عمل ہے وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے نتیجہ میں صحیح رنگ اور صحیح معنے میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہی رہنا ہے۔ اس دنیا میں بھی تو سب سے اعلیٰ اور سب سے احسن اور سب سے اچھا عمل ذکر الٰہی میں مشغول رہنا ہی ہے باقی ساری چیزیں اسی کے نیچے آجاتی ہیں۔ اس جہان کی جو نیکیاں ہیں وہ بھی دراصل ذکر الٰہی ہی کے زمرہ میں آتی ہیں۔ یہ ایک الگ مضمون ہے اس کی طرف صرف اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہم

سب کو رضائے الٰہی کی جنتوں میں لے جائے۔ جنت میں امتحان تو نہیں ہوگا لیکن وہ زندگی بے عملی کی پھیکی اور روکھی سوکھی زندگی نہیں ہے کہ گویا وہاں انسان نے کرنا ہی کچھ نہیں بلکہ وہاں بھی آگے بڑھنا ہے اور خدا تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ انعام کو پانا اور اس کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جانا ہے۔ پس جب ہم اس کائنات پر نظر ڈالتے ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں غور کرتے ہیں تو یہ شکل سامنے آتی ہے اور اس سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر انسان آزاد ہے اپنے اعتقاد میں بھی اور آزاد ہے اپنے عمل میں بھی۔ وہ عقیدہ جس کا اعلان کسی کی زبان سے زبردستی کروایا جائے وہ نیکی نہیں ہے اور نہ کسی کا یہ حق ہے کہ وہ ایسا کروائے۔ اسی طرح وہ عمل صالح جو گردن پر تلوار رکھ کر کروایا جائے وہ بھی نیکی نہیں۔ نیکی وہی ہے اور وہی عمل خدا کو پیارا ہے جس میں احکام الٰہی کی اطاعت مدِّنظر ہو۔ خدا کے نزدیک ایک اچھا عقیدہ وہی ہے جسے انسان اپنی مرضی سے اختیار کرتا ہے۔ اسلامی تعلیم کے مطابق عقیدۂ صحیحہ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اس کے مطابق اپنی زندگی میں اعمال بجالائے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مذہبی آزادی یعنی ایمان لانے یا نہ لانے کے اس اختیار کا جو خدا نے انسان کو دیا ہے متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ اس وقت میں دو آیات کو لوں گا۔

اول۔ اللہ تعالیٰ سورۃ کہف میں فرماتا ہے:-

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (الکھف:۳۰)

اے رسول! تو لوگوں کو کہہ دے کہ یہ تو حقیقت ہے کہ قرآن کریم اور اسلامی تعلیم حق وصداقت پر مبنی ہے جو تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے جس سے اگرچہ انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن کسی انسان پر کوئی زبردستی نہیں ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ جو آدمی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے، اپنی مرضی سے اپنے ایمان کا اعلان کرے وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اور جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لانے سے انکار کرے اور کفر کی راہ کو اختیار کرے۔ مگر کسی کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا خدا تعالیٰ نے ظالموں کے لئے جو فطرت انسانی کی صلاحیتوں کو بے موقع اور بے محل

خرچ کرتے ہیں (ظلم کے معنے کسی کام کو بے موقع ومحل کرنے کے ہیں) اور فطرت صحیحہ کے مطابق عمل نہیں کرتے، داعی الی الخیر کی آواز کو نہیں سنتے ان کے لئے ایک ایسی آگ تیار کی گئی ہے جس کی چار دیواری نے ان کو گھیرا ہوا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ کے متعلق قرآن کریم میں کئی اور جگہوں پر بھی اعلان ہوا ہے مثلاً یہی کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السجدة:۳۱)

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ کے مطابق وہ اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں اور پھر ایمان پر استقامت اختیار کرتے ہیں فرشتے خدا تعالیٰ کی بشارتیں لے کر یعنی خدا تعالیٰ کے پیار کے پیغام لے کر ان پر نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں جب خدا سے تمہارا تعلق ہے تو پھر اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا تمہیں کسی کا خوف نہیں ہونا چاہیئے اور نہ کسی کا حزن۔ تم سے جو غلطیاں ہوئیں وہ معاف ہوگئیں۔ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تم خوش ہو جاؤ کہ خدا نے اپنی پیار کی جس جنت کا وعدہ کیا تھا خدا کی نگاہ میں تم اس کے مستحق ہو گئے۔

پس گفتگو کے موقع پر ایک دوسرے کو آرام سے سمجھانا اور الٰہی بشارتوں کو یاد دلانا اور ایمان صحیح اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں انسان کے لئے جو انعامات مقدر ہیں ان کا ذکر کرنا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو بیان کرنا یہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر کوئی شخص نہیں مانتا تو اس سے زبردستی کوئی نہیں کرنی۔

انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ قرب الٰہی کو حاصل کرے تا کہ اسے کامل اطمینان نصیب ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر: ۲۸، ۲۹)

اس میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے انسان کو احسن تقویم کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے اس لئے انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے جو قوتیں اور استعدادیں دی گئی ہیں وہ

ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو۔ خدا تعالیٰ کا وصل اسے نصیب ہو۔ چنانچہ سورۃ فجر کی ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہ ہو اور خدا تعالیٰ کا پیار نہ ملے اس وقت تک اسے اطمینان کامل بھی نصیب نہیں ہوتا چنانچہ تم دیکھ لو آج دنیا میں جس طرف بھی نظر دوڑاؤ تمہیں کامل اطمینان کا فقدان نظر آئے گا۔ امریکہ میں بھی اور روس میں بھی۔ لوگوں نے دنیا تو بہت اکٹھی کر لی لیکن دل کا اطمینان ان کو حاصل نہیں۔ میں انگلستان میں پڑھتا رہا ہوں۔ میں وہاں کھل کر کہتا تھا کہ اطمینان قلب تمہیں اسلام کے سوا کہیں نہیں مل سکتا۔ جو طالب علم میرے ساتھ بے تکلف تھے وہ کہا کرتے تھے کہ انہیں سب کچھ مل گیا لیکن اطمینان قلب نہیں ملا۔ اب بھی میں جب کبھی باہر کے ملکوں کے دورے پر جاتا ہوں سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ دنیا مل گئی، دولت مل گئی، سائنسی تحقیقات کے میدان میں ترقی کر لی (اور نالائقیوں کی وجہ سے ان کے غلط استعمال پر بھی جرأت مل گئی) لیکن ان کو اطمینان قلب نصیب نہیں ہوا۔ کیسے نصیب ہوتا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس آواز کو نہیں سنتے جو قرآن کریم کے ذریعہ بلند کی جاتی ہے۔ پس یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے وصل کے بغیر انسان کو کامل اطمینان نہیں مل سکتا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے لیکن فطرت کی تمام صلاحیتوں کی کامل نشوونما اور پھر صحیح استعمال ہی کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کیا کرتا ہے۔ غرض قرآن کریم نے یہ اعلان کیا۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ اور یہ بھی اعلان کیا فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ یعنی تمہیں اختیار تو ہے کہ تمہاری مرضی ہو تو ایمان لاؤ اور مرضی ہو تو نہ لاؤ لیکن یہ بھی تمہیں بتا دیا جاتا ہے کہ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم ایمان لے آؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ (النساء:۱۷۱)

خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول حق لے کر تو آ گیا ہے تمہیں اجازت بھی دے دی گئی۔ تمہاری مرضی ہے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ لیکن تمہیں یہ بتا دینا ضروری ہے فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ تم ایمان لاؤ گے تو اس میں تمہاری اپنی بھلائی ہے۔ غرض خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو بڑے پیار سے سمجھاتا ہے کہ بنیادی طور پر مذہبی آزادی تو ہے لیکن حقیقی کامیابی اسی میں ہے کہ انسان خدا اور

اس کے رسول پر ایمان لا کر اعمالِ صالحہ بجالائے جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔

مذہبی آزادی کے بارہ میں اس وقت میں صرف دو آیات کی تشریح کروں گا۔ پہلی تو سورۃ کہف کی آیت ہے جس کے متعلق میں مختصراً بتا چکا ہوں۔ اب میں دوسری آیت کو لیتا ہوں اور وہ سورۃ یونس کی یہ آیت ہے:-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ

(یونس:۱۰۹)

اے رسول! لوگوں سے کہہ دو کہ تمہارے رب کی طرف سے ایک کامل صداقت نازل ہوگئی ہے۔ چونکہ پہلے مخاطب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور پھر آپ کے متّبعین ہیں، قرآن کریم کی ہدایت چونکہ قیامت تک ہے اس لئے یہ حکم آپ کی وساطت سے آپ کے متبعین اور پھر سب انسانوں کو قیامت تک کے لئے ملا ہے فرمایا:-

قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے ایک کامل صداقت نازل ہوگئی ہے۔ فَمَنِ اهْتَدَىٰ اب جو شخص اپنی مرضی سے اس کی بتائی ہوئی ہدایت کو اختیار کرتا ہے فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ تو وہ اپنی جان کے فائدہ ہی کے لئے ہدایت کو اختیار کرتا ہے۔ گویا انسان کو اس بات کی آزادی ہے کہ مرضی ہو تو ہدایت کو اختیار کرلے اور اگر وہ اختیار نہ کرنا چاہے تو اس پر خدا اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی جبر نہیں البتہ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا جو شخص اس راہ سے بھٹک جائے تو اس کے بھٹکنے کا وبال اسی کی جان پر ہے اس لئے ہر انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ خوب سوچ لے اور پھر کوئی فیصلہ کرے۔

غرض خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ اعلان کرادیا کہ اے لوگو تمہیں مذہبی طور پر آزادی ہے۔ تم نے اپنا فیصلہ خود کرنا ہے کہ ہدایت کی راہ پر چلنا ہے یا گمراہی کو اختیار کرنا ہے۔ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں، میں تمہارا وکیل نہیں ہوں، میرے اوپر تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ بیان کیا۔ فرمایا:-

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (القصص:۵۷)

اے رسول! جس کو تو پسند کرے اس کو ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ وہ کسی کو ہدایت دے یا نہ دے۔ یہ الگ طور پر ایک لمبا مضمون بن جاتا ہے اس کی تفصیل میں تو اس وقت نہیں جاؤں گا۔ جو شخص ہدایت پانے کی کوشش کرتا ہے یعنی ایمان لاتا ہے اور پھر اس کے مطابق عمل بھی بجالاتا ہے تو اگرچہ بشری کمزوریاں انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ ویسے یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب نہ کیا جائے اس وقت تک حقیقی کامیابی نصیب نہیں ہوتی اور بظاہر صحیح عقیدہ کے باوجود انسان کے اعمالِ صالحہ ردّ کر دیئے جاتے ہیں اور وہ عند اللہ قبول نہیں ہوتے۔ ان کے بیچ میں کوئی گندی چیز آ جاتی ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہ کہتا ہے میں ایسے عمل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ تم اچھے عمل کرنے کے بعد دعا سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو جذب کرو تا کہ تمہارا بیان خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہو جائے۔ فرمایا وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے آخری فیصلہ اسی کے اختیار میں ہے کیونکہ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ وہ جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون نہیں ہے۔ کسی شخص کے اعمال واقعی قبول ہو جائیں گے اور اس کی بشری کمزوریوں کو معاف کر دیا جائے گا اور وہ ہدایت یافتہ گروہ میں آ جائے گا۔ پھر اسی مضمون کو ایک اور جگہ بیان کیا۔ فرمایا:-

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (البقرة:۲۷۳)

اے رسول! لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت کی راہ پر لے آتا ہے۔ قرآن کریم کی یہ بھی ایک عجیب شان ہے۔ ہم اپنے ایک خاص مضمون کے لئے آیاتِ قرآنیہ سے ایک ایک فقرہ اٹھاتے ہیں تو بظاہر ایسا لگتا ہے کہ شاید تکرار ہے اور ایک ہی بات کو دہرایا گیا ہے۔ بات دہرائی نہیں جاتی بلکہ ایک نئے پیرایہ میں ایک نئی بات بتائی جاتی ہے۔ سورۃ بقرۃ کی آیت کے اس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسول! ہدایت

دینا تیرا کام نہیں ہے یہ خدا کا کام ہے وہ جس کے اعمال قبول کرے گا اسے ہدایت یافتہ گروہ میں شامل کر دے گا۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں انسان کے ساتھ داعی الی الخیر لگا ہوا ہے یعنی انسان کی فطرت کی وہ آواز جو اسے نیکی کرنے پر اُبھارتی ہے لیکن صرف یہی نہیں بلکہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ: ۳) کی رو سے بیرونی اثرات کا بھی دخل ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو زیادہ واضح طور پر ذیل کی آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (النحل: ۱۲۶)

اے رسول! لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ذریعہ اپنے رب کی راہ کی طرف بلا۔ کوئی سختی نہیں کرنی۔ لفظی سختی بھی نہیں کرنی سوائے اس کے کہ کسی کی بھلائی مدنظر ہو کیونکہ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ یہ تو اللہ کو علم ہے کہ واقع میں وہ کون شخص ہے جس نے پورے طور پر داعی الی الشر کی بات مان کر خدا تعالیٰ کی راہ سے دوری اختیار کر لی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے جن کے اعمال اور مجاہدہ اور کوششوں کو قبول کرتا ہے جو ہدایت کے راستوں میں کی جاتی ہیں تو بعض جگہ سخت الفاظ بولے جاتے ہیں لیکن ان میں غصے کا اظہار نہیں ہوتا۔ آخر ہر سخت کلمہ غصے کے نتیجہ میں تو نہیں بولا جاتا۔ مثلاً ہمارا اپنا تجربہ ہے، سمجھدار ماں باپ بھی جانتے ہیں کہ گھروں میں ڈیڑھ دو سال کا بچہ جو کچھ کچھ بات سمجھتا ہے اس کو اگر غصے والی شکل بنا کر کسی بات سے منع کریں تو وہ رونے لگ جائے گا اور وہی فقرہ مسکراتے ہوئے کہیں تو وہ بھی مسکرانے لگ جائے گا۔

پس خدا تعالیٰ اور اس کے بندے اس معنی میں غضب کا اظہار نہیں کرتے جس معنے میں ایک مغضوب الغضب انسان غضب کا اظہار کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی اپنے لئے غضب کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں بھی دراصل اس کی رحمت کا ہی کوئی نہ کوئی پہلو بیان ہوا ہے اور اس میں بھی مخاطب کی بھلائی ہی مقصود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ

فرمایا:- فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ (الشوریٰ:۴۱) کہ اگر اصلاح کی توقع ہو تو معاف کر دینا بہتر ہے لیکن اگر تم سمجھو کہ بڑا ڈھیٹ آدمی ہے جب تک کوئی تھوڑی سی سختی نہ کی جائے گی اس کو سمجھ نہیں آئے گی اور اس کا دماغ درست نہیں ہوگا اور وہ ظلم پر قائم رہے گا تو اس کی بھلائی کے لئے تم سختی کرو مگر اپنے غصے کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ اس کی اصلاح کی خاطر۔

پھر ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ...... (الانعام:٦٧) ایک رنگ میں یہ بیان ہمارے جذبات کی تاروں کو چھیڑتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بڑی ہدایت لے کر آئے لیکن قوم نے اس پیغام کی تکذیب کر دی اور اسے جھوٹا قرار دے دیا حالانکہ هُوَ الْحَقُّ یہ تو ایک صداقت ہے یہ تو ایک سچائی ہے لیکن فرمایا:-

قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ اے رسول! تم ان سے کہہ دو۔ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ یہ فیصلہ بہرحال تم نے کرنا ہے کہ آیا تم اپنی مرضی سے ایمان کا اظہار کرو گے اور ہدایت کی راہوں کو اختیار کرو گے اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے قرب کی تلاش کرو گے یا تم کفر کا اعلان کرو گے اور خدا تعالیٰ سے دوری کی راہوں کو اختیار کرو گے۔ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ خدا تعالیٰ نے میرے اوپر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ میں تم پر جبر کر کے زبردستی کے طور پر کسی مادی طاقت کے ذریعہ تمہارے اس اختیار کو چھین کر جو خدا تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تمہیں ہدایت کی راہوں کی طرف لاؤں۔

قرآن کریم سے تو یہ مسئلہ صاف ہے کوئی شخص کسی کو نہ تو زبردستی مومن بنا سکتا ہے اور نہ کسی کو زبردستی کافر بنا سکتا ہے اس لئے کہ ہدایت کے راستوں پر جس آدمی کی جدوجہد عند اللہ مقبول ہوگئی وہی مومن ہوتا ہے۔ پس جہاں تک ایمانیات کا تعلق ہے قبول کرنا یا نہ کرنا بندے کا کام نہیں یہ خدا کا کام ہے۔ ایک شخص کہتا ہے میں خدا کا ایک عاجز بندہ ہوں اور بڑا ہی کمزور انسان ہوں۔ میں خدا تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت پر ایمان لاتا ہوں۔ میں مومن ہوں اور اپنی طرف سے اپنی بساط کے مطابق بڑی عاجزی کے ساتھ جتنی بھی مجھے طاقت ہے میں خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو ایسی صورت میں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اسے یہ کہے

کہ نہیں! تو ایمان نہیں لایا اور یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ تو کافر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرتے ہیں کہ میں کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم کافر ہو تو اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں تم کافر ہو وہ گویا اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا بناتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ دماغ کو عقل اور سمجھ عطا کرے۔ ہمارا کام غصہ کرنا نہیں ہمارا کام دعائیں کرنا اور پیار سے سمجھانا ہے۔

دوستوں کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اسلام کی اس تعلیم کی روشنی میں جسے میں نے مختصراً ابھی بیان کیا ہے دو دعائیں خاص طور پر کریں۔ **ایک یہ دعا کریں کہ اے خدا! اگرچہ تو نے ہم عاجز بندوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ایمان لائیں اور چاہیں تو کفر کی راہوں کو اختیار کریں لیکن اے خدا! ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں اس بات کی توفیق عطا کر کہ ہم ہمیشہ ہی ہدایت کی راہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور دوسری یہ دعا کریں کہ جو لوگ اس وقت قرآن کریم کی صداقتوں کو سمجھ نہیں رہے وہ سمجھنے لگ جائیں۔** اس وقت یورپ، امریکہ، افریقہ، روس، چین اور جزائر میں ایک بہت بڑی دنیا ایسی ہے جو قرآن کریم کی ہدایت سے دور ہے۔ ہم کوئی چیز زبردستی تو ان پر ٹھونس نہیں سکتے نہ ہی وہ قومیں جو دنیوی لحاظ سے آزاد ہیں کسی زبردستی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اے خدا! دلوں کو پھیرنا تیرے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں تمثیلی زبان میں بیان ہوا ہے کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہوتا ہے وہ دائیں طرف حرکت دے تو زاویہ اور بن جاتا ہے اور بائیں طرف حرکت دے تو زاویہ اور بن جاتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں ایسی حرکت پیدا ہو کہ اس کے نتیجہ میں ایسا زاویہ بن جائے کہ یہ بھٹکی ہوئی روحیں خدا تعالیٰ کو شناخت کرنے لگیں اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کر لیں اور ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین!

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴؍مئی ۱۹۷۸ء صفحہ ۲ تا ۶)